۱۲۸واں باب

امتِ مسلمہ کے لیے احکام و فرائض

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ [۱۷۷تا۱۸۹]

۹۲ نیکی کی حقیقت

۹۴ فرضیتِ قصاص

۹۶ فرضیتِ وصیت

۹۸ فرضیتِ صیام

۹۸ روزے کا مقصد

۹۹ سفر میں رمضان کے روزے

۹۹ رمضان اور قرآن کا تعلق

۱۰۲ رمضان میں حاصل رخصتیں

۱۰۳ روزے کی ابتدائی اور انتہائی حدود

۱۰۵ مال ناحق ہڑپ نہ کرو

۱۰۶ حقیقی نیکی

۱۲۸واں باب

امتِ مسلمہ کے لیے احکام و فرائض

سُوْرَةُ الْبَقَرَة [۱۷۷ تا ۱۸۹]

نیکی کی حقیقت

توحید کے بیان کے بعد، ضروری ہے کہ توحید کے تقاضے بھی بتائے جائیں۔ مختصر اور آسان بات یہ ہے کہ توحید پر ایمان، انسان سے تقاضہ کرتا ہے کہ یومِ آخرت، ملائکہ، کتاب اور اُس کے نبیوں پر بھی ایمان لایا جائے، کیوں کہ وہ جو واحد و آحد، خالق و مالک ہے اُس کی مرضی معلوم ہونے کے ذرائع یہی ملائکہ، کتاب اور انبیاء ہیں اور توحید کو نہ ماننے یا ماننے کے بعد اُس کی مرضی کے مطابق نہ چلنے یا ماننے اور پوری طرح اُس کی مرضی کو پورا کرنے؛ تینوں صورتوں میں سزا اور جزا کا فیصلہ آخرت میں ہوگا، پس فرشتوں، نبیوں اور کتابوں پر ایمان کے ساتھ آخرت پر ایمان بھی لازمی ہے۔ اِن ایمانیات کے نتیجے میں ویسے تو ساری زندگی کے لیے بے شمار چیزیں ہیں جو اللہ کی کتاب میں درج ہیں اور اُن کی عملی تاویل و تربیت، اللہ کے نبیوں نے کی ہے، مگر اِن سب کا جو آخری مطلوب و مقصود ہے وہ یہ ہے کہ وحی الٰہی کی روشنی میں انسان نیکی کو اختیار کرے اور منکرات سے بچے۔

انسانی تاریخ کے ہر دور میں اور جب قرآن نازل ہو رہا تھا اُس وقت بھی اہلِ کتاب اور مشرکین نے اور آج بھی مسلمان سمیت دنیا بھر کے مذہبی لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ لباس اور چہروں کی چند ظاہری وضع قطع، کچھ خاص رسومات ہی بس نیکی ہیں۔ اہلِ کتاب نے صرف اس بات پر بڑے جھگڑے، مناظرے اور خون خرابے کیے کہ عبادت کے لیے رُخ مشرق کی طرف کیا جائے یا مغرب کی طرف۔ اگلی آیہ مبارکہ میں مشرق اور مغرب کے اِس فضول جھگڑے کو بطور تمثیل یہ بتانے کے لیے بیان کیا گیا ہے کہ اِن فروعی باتوں میں کسی کو اختیار کرنا اور کسی کو ترک کرنا یا اِن پر بحث میں وقت ضائع کرنا نیکی نہیں ہے۔

توحید کو جان لینے اور اُس کے نتیجے میں یومِ آخرت، ملائکہ، کتاب اور اُس کے نبیوں کو ماننے کے بعد اللہ کو جو نیکی مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ مال جس سے تم فائدہ اُٹھا سکتے ہو، جو تمھیں بہت محبوب ہو اُس کو ضرورت مند رشتے داروں، غریبوں، سوال کرنے والوں اور غلاموں جیسی زندگی گزارنے والوں کو باعزت معاش دلانے پر

خرچ کیا جائے۔ نماز قائم کی جائے اور زکوٰۃ دی جائے۔ [اِس آیہ کے نازل ہونے تک زکوٰۃ کی فرضیت نہیں ہوئی تھی اس لیے اس کے قیام کا مطالبہ نہیں کیا گیا بلکہ ادا کرنے کی بات کی گئی ہے اور یہ سال گزرنے پر مال کا چالیسواں حصہ نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ اپنے اوپر پریشانی برداشت کرکے خرچ کرنے کی بات ہے۔

اپنے وعدوں اور عہد کو پورا کیا جائے۔ عہد محض وہ معاہدہ ہی نہیں ہوتا جس کو اسٹمپ پیپر پر یا سادے کاغذ پر تحریر کیا گیا ہو اور اُس پر دستخط بھی ہوں۔ ہم اپنے والدین، بہن بھائیوں، پڑوسیوں، آجروں [اپنے باس/افسرانِ بالا] بیوی بچوں، شوہروں، علاقے کے لوگوں، حکومت وغیرہ وغیرہ کے ساتھ ہی نہیں پالتو اور غیر پالتو جانوروں اور قدرت کی ایک ایک چیز کے ساتھ ایک غیر تحریری اور غیر دستخط شدہ معاہدے میں ہوتے ہیں، جن میں سوائے کسی ایسے رسم رواج اور قانون کے جو اللہ کے قانون سے ٹکراتا ہو ہم ہر معروف معاہدے کو پورا کرنے کے پابند ہیں۔ وہ ٹریفک کے قوانین ہوں، قبرستان کے اصول ہوں، عدالتی احکامات ہوں یا تجارتی آداب اِن سب پر عمل درآمد کے لیے ہم ایک معاہدے میں ہیں، اِن کی پابندی نیکی کا ایک جوہر ہے۔

قرآن میں بیان کردہ نیکی کی آخری حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے حالات اور زندگی کی گزر بسر کو بہتر سے بہتر بنانے کی جو بھی جائز اور حلال ذرائع سے، دوسروں کے حق مارے اور تکلیف پہنچائے بغیر کوشش کر سکتا ہو ضرور کرے مگر جان لے کہ یہاں کی کامیابی اور ناکامی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ یہاں کی تکلیف اور بے سروسامانی، عزت و بادشاہی، عارضی ہے۔ پس ہر حال میں مصائب اور مشکلوں سے زندگی کی جنگ لڑتے ہوئے، صحت و بیماری میں اور اہلِ دنیا سے بے وفائیوں کا سامنا کرتے ہوئے، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے اپنے رب سے دل کی گہرائیوں کے ساتھ راضی اور خوش رہنا نیکی کا جوہرِ اعظم ہے۔ ذیل میں قرآن کے بیان کردہ نیکی کے تمام اجزایوں گنے جا سکتے ہیں:

۱. اللہ پر ایمان لایا جائے، یومِ آخر، ملائکہ، کتاب اور اُس کے نبیوں پر
۲. مال کو باوجود عزیز ہونے کے خرچ کیا جائے
- رشتے داروں پر
- یتیموں پر
- مسکینوں پر
- مسافروں پر
- مدد کے طلب گاروں پر اور
- گردنوں کو آزاد کرانے پر

۳. نماز قائم کی جائے
۴. زکوٰۃ دی جائے اور
۵. جب عہد کیا جائے تو اسے پورا کیا جائے

۶. اللہ کی رضا پر صبر و ثابت قدمی کا مظاہرہ ہو،
- غریبی میں،
- مصیبت میں اور
- میدانِ جنگ میں

لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِكَةِ وَ الۡكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَ الۡيَتٰمٰى وَ الۡمَسٰكِيۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِيۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِيۡنَ وَ فِى الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

نیکی محض یہ نہیں کہ تم اپنے چہرے مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی جانب، بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لایا جائے اور یومِ آخر، ملائکہ اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے نبیوں پر۔ پھر مال سے محبت کے باوجود اُسے رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مدد کے طلب گاروں، اور گردنوں کو آزاد کرانے پر خرچ کیا جائے، نماز قائم کی جائے، زکٰوۃ دی جائے اور جب عہد کیا جائے تو اسے پورا کیا جائے، اور صبر کا مظاہرہ ہو غریبی میں، مصیبت میں اور میدانِ جنگ میں۔ ایسے ہی لوگ ہیں راستباز اور یہی لوگ صاحبِ تقویٰ ہیں۔

اللہ کو مطلوب جو نیکی ہے وہ محض یہ نہیں کہ تم اپنے چہرے مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی جانب، بلکہ نیکی کی حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے صدقِ دل کے ساتھ اللہ پر ایمان لایا جائے اور یومِ آخر، ملائکہ اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے نبیوں پر۔ پھر اس ایمانِ خالص کے ساتھ اپنے حلال و قیمتی مال سے محبت کے باوجود اُسے رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مدد کے طلب گاروں، اور گردنوں کو آزاد کرانے پر خرچ کیا جائے، نماز قائم کی جائے، زکٰوۃ دی جائے اور جب عہد کیا جائے تو اسے پورا کیا جائے، اور اللہ کی رضا پر خوش دلی کے ساتھ صبر و ثابت قدمی کا مظاہرہ ہو، غریبی میں، مصیبت میں اور میدانِ جنگ میں۔ ایسے ہی نیک لوگ ہیں اپنے ایمان میں راستباز اور یہی لوگ صاحبِ تقویٰ ہیں۔ ○

فرضیتِ قصاص

قصاص، قتلِ انسانی کا بدلہ ہے خواہ وہ کسی آلے یا ترکیب سے کیا گیا ہو۔ عبرت اور انصاف کے تقاضوں کے لیے کبھی سختی کے ساتھ قتل کیا جاسکتا ہے لیکن بدلے کی حقیقت بس یہ ہے کہ جس نے بھی جان لی ہے اُس کی بھی جان لی جائے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، آخری انصاف آخرت میں ہوگا۔ مثلاً کسی بے اولاد و بے خاندان جاہل

قبر میں پیر لٹکائے بوڑھے نے کسی بڑے قومی سطح کے قیمتی بال بچوں والے جوان کو جان بوجھ کر کسی وقتی اشتعال میں آکر قتل کر دیا، جس سے اس کے بچے ہی یتیم نہیں پوری قوم ایک بڑے کام کے جواں مرد سے محروم ہو گئی، اُس قاتل جاں بلب بوڑھے کو پھانسی دینے سے کامل انصاف والا بدلہ تو نہیں ہو سکتا مگر قرآن کی تعلیم ہمیں بتا رہی ہے کہ جان کا بدلہ محض جان ہے، باقی انصاف آخرت میں ہو گا۔اِس دنیا میں بوڑھے کے بدلے، اُس کی قوم یا خاندان کے دسیوں یا سینکڑوں جوانوں یا بوڑھوں کو پھانسی نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی بوڑھے کی جائیداد اگر کوئی ہو تو ضبط نہیں کی جاسکتی ہے۔ جو قتل کرے گا وہی بھرے گا۔ قرآن ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ قتل کا معاملہ قابل راضی نامہ ہے۔ مقتول کے وارث یہ حق رکھتے ہیں کہ قاتل کو معاف کر دیں خوں بہا لے کر یا ویسے ہی بغیر کوئی خوں بہا لیے معاف کر دیں تاہم یہ ضروری ہے کہ خوں بہا کی وصولی یا مفت معافی آزاد مرضی سے ہو نہ کہ قاتل کے جبر اور مزید ظلم کے اندیشے سے نجات میں رہنے کے لیے۔ انتقام یا خون بہا لینے، دینے اور معاف کرنے جیسے تمام معاملات میں اصل اسپرٹ، اللہ سے خوف کھا کر معاملات کو انجام دینے کی ہے۔

ہمارا خالق و مالک اپنی کتاب میں کہہ رہا ہے کہ قاتل کو سزائے موت دینے میں کوئی رحم کا جذبہ نہیں آڑے آنا چاہیے، جسم کے کسی حصے کو جب وہ سرطان یا کینسر بن جائے تو یہ کہنا کہ عضو کو کاٹنا ظلم ہے، اس کا علاج ہونا چاہیے، سراسر غلط ہے، اس سے پہلے کہ کینسر سارے جسم میں پھیل جائے اُس کا کاٹ دینا بہتر ہے۔ سزائے موت کو ظلم کہہ کر ممنوع کرنا اور قاتل کو نفسیاتی مریض کہہ کر اُس سے ہم دردی کا اظہار کرنا؛ دنیا بھر کے قاتلوں کو ماہرینِ نفسیات کے حوالے کر کے قتل کی وارداتوں کو معاشرے میں عام کرنا ہے، ہمارا پیدا کرنے والا ہم سے کہہ رہا ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٩﴾

جان بچانے کے لیے وقتی طور پر خوں بہا دینے کی حامی بھرنا پھر نہ دینا، یا طے شدہ مال سے کم دینا یا دینے کے بعد مزید ظلم و زیادتی کرنا یا ذلیل کرنا اور حقارت سے پیش آنا قرآن کی آنے والی آیات کے خلاف ہے اس کے برعکس تمھاری جس نے جان بخشی ہے، خواہ مال لے کر یا معاف کر کے، تم اُس کے احسان مند رہو۔ اسی طرح مقتول کے وارث کے لیے یہ جائز نہیں کہ خوں بہا وصول کر لینے کے بعد بھی انتقام لینے کی کوشش کرے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ	اے ایمان والو تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔ آزاد کے قصاص میں آزاد، غلام کے قصاص میں غلام، عورت کے قصاص میں عورت۔ ہاں اگر کسی

مِنۡ اَخِيۡهِ شَىۡءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيۡهِ بِاِحۡسَانٍ ‌ؕ ذٰلِكَ تَخۡفِيۡفٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَ رَحۡمَةٌ ‌ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى بَعۡدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَ لَـكُمۡ فِى الۡقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓـاُولِى الۡاَلۡبَابِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۹﴾

قاتل کو بھائی کی طرف سے کچھ معافی ملے تو معروف طریقے کے مطابق تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل کو لازم ہے کہ احسان کے ساتھ خوں بہا ادا کرے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے رعایت اور رحمت ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی زیادتی کرے اس کے لیے درد ناک سزا ہے۔ عقل والو! تمھارے لیے قصاص زندگی ہے، شاید کہ تم پرہیز کرو۔

اے ایمان والو تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔ جس آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اُس کے قصاص میں وہی آزاد آدمی، جس غلام آدمی نے قتل کیا ہو تو اُس کے قصاص میں وہی غلام آدمی جس عورت نے قتل کیا ہو تو اُس کے قصاص میں وہی عورت قتل کی جائے۔ ہاں اگر کسی قاتل کو بھائی [وارث مُراد ہے] کی طرف سے کچھ معافی ملے تو معروف طریقے کے مطابق خوں بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل کو لازم ہے کہ احسان [اقبالِ جرم اور شرمندگی، خوش دلی اور فراخ دلی] کے ساتھ خوں بہا ادا کرے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے رعایت اور رحمت ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی زیادتی کرے [یعنی خون بہا لے کر بھی بدلہ لینے کے درپے رہنا یا خون بہا ادا نہ کرنا یا ادا کر کے مزید جھگڑا کرنا]، اس کے لیے دردناک سزا ہے۔ ○ عقل والو! تمھارے لیے قصاص معاشرے کی زندگی کے امن و سکون کا ضامن ہے، شاید کہ تم اس قانون کے ذریعے خوں ریزی سے پرہیز کرو ○

فرضیتِ وصیت

اگلی آیت میں بیان کردہ یہ حکم اُس زمانے میں دیا گیا تھا، جب وراثت کی تقسیم کی تفصیلی ہدایات نہیں بیان ہوئی تھیں، کچھ عرصے کے بعد سُورۂ نساء میں تمام ورثا کے حصّے بیان کر دیے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ واضح کر دیا کہ جن رشتے داروں کے حصّے قرآن نے مقرر کر دیے ہیں مرنے والا اُن حصوں میں وصیّت کے ذریعے کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ کسی کو اُس کے حصے سے ایک پیسہ زیادہ نہیں دے سکتا اور نہ ہی اُس میں کوئی کمی کر سکتا ہے، نہ کسی وارث کو میراث سے محرُوم کر سکتا ہے، نہ کسی وارث کے حق میں کوئی مالی منفعت کی وصیّت کر سکتا ہے۔ البتہ کل جائیداد کے ایک تہائی حصّے میں غیر وارثین یا کسی مقصد اور مشن کے لیے وصیت کر سکتا ہے۔

صاحب تفہیم القرآن جائیداد کے ایک تہائی حصے میں وصیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"اگر اس حق کو ادا کرنا شروع کر دیا جائے، تو بہت سے وہ سوالات خود ہی حل ہو جائیں، جو میراث کے بارے میں لوگوں کو اُلجھن میں ڈالتے ہیں۔ مثلاً اُن پوتوں اور نواسوں کا معاملہ جن کے ماں باپ دادا اور نانا کی زندگی میں مر جاتے ہیں۔"

قرآن کے حقیقی طالبِ علم کو [قرآن کا حقیقی طالبِ علم وہ ہے جو اِسے پیسے کمانے یا معاش کا ذریعہ بنانے کے لیے نہیں پڑھتا، یاد کرتا اور پڑھاتا ہے] اِس بات پر ضرور غور کرنا چاہیے کہ اِن حالات میں جب کہ مکہ سے دھمکیاں مل رہی ہیں، منافقین مذاق اور استہزا کی ایک پوری دکان لگائے بیٹھے ہیں، اِن احکامات کی جو بیان ہو رہے ہیں اِس ماحول میں کیا حکمت ہے؟ اِن احکامات کا جاری کشمکش سے، حالات و واقعات سے کیا سر رشتہ ہے۔ قتال کے احکامات، قصاص کے احکامات، وصیت کی ہدایت، روزے کی فرضیت پھر قرآن اور رمضان کا تعلق۔

واقعات اور حالات کو دیکھتے ہوئے یہ جان لینا اور سمجھ لینا تو ایسا کوئی مشکل نہیں کہ اہلِ مکہ سے کبھی بھی جنگ چھڑ سکتی ہے، اس لیے قتال کے احکامات اور اُس کے آداب تو ضرور بر سرِ موقع نظر آتے ہیں مگر جنگ تو نام ہے موت کے رقص کا لہٰذا وصیت اور وراثت کے احکامات بھی ایک تعلق رکھتے ہیں، اسی طور اللہ کی راہ میں جنگ کے لیے فنڈ بھی انتہائی اہم ہے اور موت اپنے ساتھ یتیموں کے مسائل بھی لاتی ہے! ...... غور کریں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۚۖ الْوَصِيَّةُ
لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ
حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ
بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ
يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؕ
﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا
اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ ۲۲ع ۲۲ع

جب تم میں سے کسی کو موت کا سامنا ہو اور وہ کچھ مال چھوڑ رہا ہو، تو تم پر لازم کیا گیا ہے کہ والدین اور رشتہ داروں کے لیے معروف طور پر وصیت کرے، ایسا کرنا اللہ سے ڈرنے والوں پر واجب ہے ○ وصیت کو سننے کے بعد جو اُسے بدل ڈالے، تو اس کا گناہ اُس بدلنے والے پر ہو گا، اللہ تو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے ○ البتہ کسی کو یہ اندیشہ ہو کہ نادانستہ یا قصداً حق تلفی کی ہے، تو پھر اُن کے درمیان جو اصلاح کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے، اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے ○

جب تم میں سے کسی کو موت کا سامنا ہو اور وہ کچھ مال چھوڑ رہا ہو، تو تم پر لازم کیا گیا ہے کہ والدین اور رشتہ داروں کے لیے معروف احسن و منصفانہ طور پر وصیت کرے، ایسا کرنا اللہ سے ڈرنے والوں پر واجب ہے ○ وصیت کو سننے کے بعد جو اُسے بدل ڈالے، تو اس کا گناہ اُس بدلنے والے پر ہو گا، اللہ تو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے ○ البتہ وصیت سننے والے یا ورثہ پانے والوں یا محروم رہ جانے والوں میں سے کسی کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے نادانستہ یا قصداً حق تلفی کی ہے، تو پھر معاملے سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان جو وصیت میں تبدیلی بغرضِ اصلاح کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے، اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے ○ ۲۲۶

فرضیتِ صیام

شروع میں مسلمانوں کو ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے کی رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی تھی، یہ روزے بھی فرض [لازمی] نہ تھے، ایک طور تقرب الی اللہ کا ایک اختیاری / نفلی معاملہ تھا۔ آگے آنے والی آیت [آیہ ۱۸۴] رمضان میں روزوں کی فرضیت کے بارے میں قرآن میں نازل ہونے والا پہلا حکم ہے جو جنگِ بدر سے قبل سن ۲ ہجری میں آیا اِس میں یہ رعایت رکھی گئی تھی کہ جو روزہ نہ رکھیں، وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔

ایک برس بعد دُوسرا حکم نازل ہوا اور یہ عام رعایت منسُوخ کر دی گئی۔ لیکن مریض اور مسافر اور حاملہ یا دُودھ پلانے والی عورت اور ایسے بڑی عمر کے لوگوں کے لیے، جن میں روزے کی طاقت نہ ہو، یہ رعایت باقی رکھی گئی اور انھیں حکم دیا گیا کہ بعد میں جب عذر باقی نہ رہے تو قضا کے اتنے روزے رکھ لیں جتنے رمضان میں اُن سے چھوٹ گئے ہیں۔ اگرچہ دوسرا حکم ایک برس بعد نازل ہوا لیکن مضمون کی مناسبت سے اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے اُس حکم کو بھی سلسلہ بیان میں بطور اگلی آیت [آیہ ۱۸۵] شامل کر دیا۔

روزے کا مقصد

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ

اے ایمان والو، تم پر روزے فرض کیے جا رہے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔ تاکہ تم میں تقویٰ کی آبیاری ہو۔ گنتی کے چند دنوں کے روزے ہیں، تاہم تم میں سے اگر کوئی بیمار ہو یا سفر میں

عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

ہو تو دُوسرے دنوں میں تعداد پوری کر لے۔ اور جو لوگ اِس کی طاقت رکھتے ہوں تو وہ فدیہ دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے اور جو اپنی خوشی سے زیادہ نیکی کرنا چاہے وہ اُسی کے لیے بہتر ہے۔ لیکن اگر تم سمجھو، تو تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم روزہ رکھو۔

اے ایمان والو، تم پر بھی روزے فرض کیے جا رہے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔ تاکہ تم میں تقویٰ کی آبیاری ہو۔ گنتی کے چند دنوں کے روزے ہیں، تاہم تم میں سے اگر کوئی بیمار ہو، یا سفر میں ہو تو دُوسرے دنوں میں اتنے ہی قضا روزوں کی تعداد پوری کر لے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی روزے نہ رکھیں تو وہ فدیہ دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے اور جو اپنی خوشی سے زیادہ مسکینوں کو کھانا کھلائے تو یہ نیکی کرنا اُسی کے لیے بہتر ہے۔ لیکن اگر تم سمجھو، تو تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم روزہ رکھو ○

سفر میں رمضان کے روزے

سفر کی حالت میں روزہ رکھنا یا نہ رکھنا آدمی کے اپنے صوابدیدی اختیار پر چھوڑ دیا گیا، تاہم آپ ﷺ کی سنت سے اور ہدایات سے یہی معلوم ہے کہ آدمی رخصت سے فایدہ اُٹھائے اور بے جا اپنے آپ کو آزمایش میں نہ ڈالے اور اسی طرح اگر سفر میں روزہ رکھنا، گھر میں روزے کے مقابلے میں زیادہ آسان ہو تو رکھا جا سکتا ہے۔ نبی ﷺ نے جنگ ِبدر اور فتح مکہ کے موقع پر روزہ افطار کروا دیا تھا کہ دشمن سے جنگ کے لیے قوت حاصل کرنا تقوے کا زیادہ بڑا مطالبہ ہے۔

رمضان اور قرآن کا تعلق

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رمضان کے مہینے میں قرآن مجید نازل کیا، [آغاز کیا یا تکمیل تک پہنچایا یا ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک منتقل کیا پھر نجماً نجماً (تھوڑا تھوڑا) جبریلِ امین علیہ السلام اللہ کے حکم سے لاتے رہے، واللہ

اعلم] پس رب کا شکر ادا کرنا ہم پر واجب کر دیا اور اُس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم رمضان کے روزے رکھیں، اور قرآن کو تلاوت کرنے سمجھنے، عمل کرنے اور پھیلانے میں بیش از بیش حصّہ لیں تاکہ اِسے اپنی زندگیوں میں نافذ کر سکیں اور وہ کام کرنے کھڑے ہو جائیں جس کام کو کرنے کے دوران یہ قرآن ایک جاری تبصرے (running commentary) کی صورت میں ہم پر دورانِ تلاوت اس طرح وارد ہو گا گویا یہ نازل ہو رہا ہے اور قاری کتاب خواں کے بجائے صاحب کتاب بن جائے گا۔

جیسا اوپر کہا گیا اگر ہم ویسا کر سکیں تو انصار و مہاجرین سے ملاقات ہو گی، یارِ غار بھی ملیں گے اور وقت کے فرعونوں سے بھی پالا پڑے گا۔ دارِارقم، شعب ابی طالب، طائف کی گھاٹیاں، یوم الفرقان اور فتح مکہ سارے ہی مراحل آئیں گے، سارے ہی نظارے، جن کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس گئی ہیں! قرآن اپنے سارے مقامات خود سمجھائے گا، ساری مشکلات جو برسہا برس بلکہ ساری ساری عمر لوگ دنیا جہان کی تفسیریں پڑھ کر نہیں سمجھ پاتے اسی طرح باآسانی سمجھ میں آئیں گی جیسے دورِ اوّل میں اُمّیوں کی سمجھ میں آئی تھیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٨٥﴾	رمضان کا مہینہ ہے اِس میں قرآن نازل کیا گیا، جو نوعِ انسانی کے لیے رہ نما ہے اور کھلے دلائل سے ہدایت کو اور حق و باطل کے فرق کو واضح کرتا ہے۔ لٰہذا تم میں سے جو اس مہینے کو پائے، اس ماہ کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دُوسرے دنوں میں تعداد پوری کرے۔ اللہ تمھارے لیے آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں کرنا چاہتا تاکہ تم تعداد پوری کر سکو اور وہ ہدایت جو تمھیں ملی ہے اُس پر اللہ کی کبریائی بیان کرو شاید کہ اِس طرح تم شکر گزار بنو۔

رمضان کا مہینہ، ایسی بڑی برکت اور عظمت والا ہے کہ اِس میں قرآن نازل کیا گیا جو نوعِ انسانی کے لیے رہ نما ہے۔ وہ قرآن، جو کھلے دلائل سے ہدایت کو اور حق و باطل کے فرق کو واضح کرتا ہے۔ لٰہذا تم میں سے جو

اس مہینے کو پائے، وہ لازماً اُس پورے ماہ کے روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے اور چھوٹ جانے والے روزوں کی دُوسرے دنوں میں تعداد پوری کرے۔ اللہ تمھارے لیے آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں کرنا چاہتا تاکہ تم روزوں کی مقررہ تعداد پوری کر سکو اور وہ ہدایت جو تمھیں قرآن کے ذریعے ملی ہے اُس کے اظہار پر اللہ کی کبریائی بیان کرو شاید کہ اِس طرح تم شکر گزار بنو ○

شرک کی ساری عمارت، مشرکین اور کتاب کی حامل امتوں میں شرک کے رسیا اِس دلیل پر رکھتے ہیں کہ ہم اللہ کو تو نہیں دیکھ سکتے اور نہ اپنے حواس سے اُس کو محسوس کر سکتے ہیں، لیکن اللہ کے جو نیک بندے ہوتے ہیں جنھیں خدا اپنی خدائی میں شریک رکھتا ہے، جن سے اُس کی باتیں ہوتی رہتی ہیں، جن کی وہ لازمی سنتا ہے اور اُن کا خدا کے دربار میں بڑا مرتبہ ہوتا ہے، خدا اُن کی ٹالتا نہیں ہے، جب کہ ہماری تو سنتا ہی نہیں ہے، پس ہمیں اِن بزرگوں کی نذر نیاز کرنی چاہیے، اِن کے مزارات پر چادریں اور سونے کے نذرانے چڑھانے چاہییں یہ خوش ہو جائیں تو بیڑا پار ہے، یہ خدا کو خود ہی ٹھیک کر لیتے ہیں۔ مگر اپنے اِن من گھڑت بزرگوں کو خدائی میں شریک کرانا اِن کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے جب تک کہ وہ اللہ کے نبیوں کو بھی یہ مقام نہ عطا کر دیں، تو وہ مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بناتے ہیں، بیٹا تو پھر بھی کبھی باپ سے بڑا نہیں ہوتا لہٰذا شرک کے رسیا ایک قدم اور آگے بڑھتے ہیں اللہ کے رسولؐ کو اللہ ہی کے نور کا ٹکڑا گردانتے اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسولؐ میں کیا فرق جانیں؛ نعوذ باللہ جو عرش بریں تھا خدا ہو کر — زمیں پر اتر آیا مصطفیٰ ہو کر۔ [ثم نعوذ باللہ] پھر خدائی کے مرتبے پر بٹھائی پوری کی پوری ایک فوج ہے کوئی مشکل کشا ہے، کوئی داتا ہے، کوئی حاجت روا ہے، کوئی دست گیر ہے؛ اگرچہ غور کریں تو یہ سارے نام اللہ ہی کے لیے ہو سکتے ہیں۔ لاالٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

جیسا اوپر کہا گیا کہ مشرکین کے فلسفے کی ساری بنیاد اس پر ہوتی ہے کہ نہ اللہ تک ہماری رسائی ہے اور نہ وہ ہماری سنتا ہے اور نہ جواب دیتا ہے پس ہمارے لیے ضروری ہے کہ سفارشی تلاش کریں۔ آپ نے دیکھا کہ پچھلی آیات میں، آیت الکرسی میں بے قید سفارش و شفاعت کی نفی آچکی ہے اب اگلی آیہ میں خالقِ کائنات اس جھوٹے فلسفے کی جڑ کاٹ رہا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی براہِ راست نہیں سنتا۔ کتاب اللہ، قرآن مجید میں اِن صریح آیات کو دیکھ کر ایک عام مسلمان، جو اِن آیات کو پہلی مرتبہ پڑھتا اور سمجھتا ہے حیران رہ جاتا ہے کہ اِن کی موجودگی میں کیوں کر اتنے بڑے بڑے مولوی صاحبان ایسی باتیں کرتے ہیں۔

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

اور اے نبیؐ، جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں، میں اُن سے قریب ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اُس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ لٰہذا انھیں چاہیے کہ میرے احکام و پیغام پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں اُمید ہے کہ وہ راہِ راست پالیں گے۔

اور اے نبیؐ، جب میرے بندے تم سے میرے مکان اور گفتگو و ملاقات کے بارے میں پوچھیں، تو آپ اُنھیں بتایئے کہ میں تو ہر آن و ہمہ وقت اُن سے قریب ہی ہوتا ہوں۔ پکارنے والا جب کبھی جہاں کہیں بھی مجھے پکارتا ہے، میں اُس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ لٰہذا انھیں چاہیے کہ رسولؐ کے ذریعے ملنے والے میرے احکام و پیغام پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں اے نبیؐ، اگر وہ ایسا کریں گے تو اُمید ہے کہ وہ راہِ راست پالیں گے ○

ذیل میں ہم اس آیہ مبارکہ پر تفہیم القرآن کے حاشیے سے علم و ادب کا ایک شہ پارہ نقل کر رہے ہیں:

یہ خیال نہ کرو کہ میں تم سے دُور ہوں۔ نہیں، میں اپنے ہر بندے سے اتنا قریب ہوں کہ جب وہ چاہے، مجھ سے عرض معرُوض کر سکتا ہے، حتّٰی کہ دل ہی دل میں وہ جو کچھ مجھ سے گزارش کرتا ہے میں اُسے بھی سُن لیتا ہوں اور صرف سُنتا ہی نہیں، فیصلہ بھی صادر کرتا ہوں۔ جن بے حقیقت اور بے اختیار ہستیوں کو تم نے اپنی نادانی سے الٰہ اور ربّ قرار دے رکھا ہے، اُن کے پاس تو تمھیں دوڑ دوڑ کر جانا پڑتا ہے اور پھر بھی نہ وہ تمھاری شنوائی کر سکتے ہیں اور نہ ان میں یہ طاقت ہے کہ تمھاری درخواستوں پر کوئی فیصلہ صادر کر سکیں۔ مگر میں کائنات بے پایاں کا فرماں روائے مطلق، تمام اختیارات اور تمام طاقتوں کا مالک، تم سے اتنا قریب ہوں کہ تم خود بغیر کسی واسطے اور وسیلے اور سفارش کے براہِ راست ہر وقت اور ہر جگہ مجھ تک اپنی عرضیاں پہنچا سکتے ہو۔ لٰہذا تم اپنی اس نادانی کو چھوڑ دو کہ ایک ایک بے اختیار بناوٹی مالک کے در پر مارے مارے پھرتے ہو۔ میں جو دعوت تمھیں دے رہا ہوں، اس پر لبیک کہہ کر میرا دامن پکڑ لو، میری طرف رُجوع کرو، مجھ پر بھروسہ کرو اور میری بندگی و اطاعت میں آ جاؤ۔ [تفہیم القرآن، جلد اوّل، سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ حاشیہ ۱۸۸]

رمضان میں حاصل رخصتیں

رمضان کی راتوں میں کیا میاں بیوی ملاقات کر سکتے ہیں؟ اگرچہ اس پر کوئی پابندی کا حکم نہیں آیا تھا لیکن

اہلِ کتاب کے یہاں عبادت کے ساتھ رہبانیت اور ترکِ دنیا کا جو تصور جڑا ہوا تھا، اُس پر مسلمانوں نے بھی یہی گمان کیا کہ رمضان کی راتوں میں شاید اِس پر پابندی ہو گی، شاید یہ ممنوع ہو اور چوں کہ کوئی واضح اعلان و ہدایت بھی نہیں تھی اس لیے تمام لوگ اِس کام سے رک بھی نہ پاتے تھے، مگر ایک احساسِ ڈر تھا جو لگا رہتا کہ کہیں ہم حدود کو تو نہیں توڑ رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کرم کا اعلان فرمادیا کہ رمضان کی عام راتوں میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے، تاہم دن کو روزے اور اعتکاف میں یہ پابندی رہی۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ ﴿۱۸۷ جاری﴾

ماہ صیام کی راتوں میں تمھارے لیے اپنی بیویوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے۔ وہ تمھارے لیے مانندِ لباس ہیں اور اِسی طرح تم اُن کے لیے ہو۔ اللہ کو علم ہے کہ تم لوگ اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے، مگر وہ تم پر محبت سے متوجہ ہوا اور تمھاری خیانت کو معاف کر دیا۔ اب تم اُن کے ساتھ شب باشی کرو اور اللہ نے اس میں جو لطف یا اولاد تمھارے لیے لکھ دی ہے، اُسے تلاش کرو ○

روزے کی ابتدائی اور انتہائی حدود

شب میں وہ کون سا وقت ہے جب اگلے افطار تک کے لیے کھانا پینا منع ہو جاتا ہے؟ واضح ہدایات نہ ہونے کے باعث، مسلمانوں نے یہ گمان کیا کہ عشا کی نماز پڑھنے تک یا حد کے حد جب تک کہ رات کو آدمی جاگ رہا ہو، کھا پی سکتا ہے۔ اگلی آیہ مبارکہ میں وضاحت آگئی کہ روزے کی حدود طلوع فجر سے غروبِ آفتاب تک ہیں اور غروبِ آفتاب سے طلوع فجر تک رات بھر روزے میں عائد پابندیوں میں سے کوئی پابندی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عملاً یہ سکھایا کہ طلوعِ فجر سے عین پہلے تک سحری کھائی جاسکتی ہے۔

اسلام نے روزے کے لیے صبح و شام کے لیے روشنی کے آثار کو حدود قرار دیا۔ فن لینڈ، ناروے اور گرین لینڈ میں جہاں چھ ماہ کے دن اور چھ ماہ کی راتیں مشہور ہیں، وہاں صبح و شام کی روشنی کے آثار واضح طور پر آسمان پر دیکھے جا سکتے ہیں اور اُنھی کے لحاظ سے وہاں کے لوگ جس طرح دُوسرے کاروبارِ زندگی کے لیے اِن آثار کو استعمال کرتے ہیں اُسی طرح نماز اور سحر و افطار کے معاملے میں بھی یہی آثار استعمال ہوتے ہیں۔

جب رات کے آخری حصّے میں اُفق کے مشرقی کنارے پر سفیدۂ صبح کی باریک سی دھاری نمودار ہو کر اُوپر بڑھنے لگے، تو سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور جب دن کے آخری حصّے میں مشرق کی جانب سے رات کی سیاہی بلند ہوتی نظر آئے تو افطار کا وقت آجاتا ہے۔ صاحبِ تفہیم القرآن لکھتے ہیں:

"آج کل لوگ سحری اور افطار، دونوں کے معاملے شدّتِ احتیاط کی بنا پر کچھ بے جا تشدّد برتنے لگے ہیں۔ مگر شریعت نے ان دونوں اوقات کی کوئی ایسی حد بندی نہیں کی ہے جس سے چند سیکنڈ یا چند منٹ اِدھر اُدھر ہو جانے سے آدمی کا روزہ خراب ہو جاتا ہو۔ سحر میں سیاہی شب سے سپیدۂ سحر کا نمودار ہونا اچھی خاصی گنجایش اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک شخص کے لیے یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر عین طلوعِ فجر کے وقت اس کی آنکھ کھُلی ہو تو وہ جلدی سے اُٹھ کر کچھ کھا پی لے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور اذان کی آواز آجائے تو فوراً چھوڑ نہ دے، بلکہ اپنی حاجت بھر کھا پی لے۔ اسی طرح افطار کے وقت میں بھی غروبِ آفتاب کے بعد خواہ مخواہ دن کی روشنی ختم ہونے کا انتظار کرتے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ نبی ﷺ سُورج ڈوبتے ہی بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دیتے تھے کہ لاؤ ہمارا شربت۔ بلال رضی اللہ عنہ عرض کرتے کہ یارسُول اللہ: ابھی تو دن چمک رہا ہے۔ آپؐ فرماتے کہ جب رات کی سیاہی مشرق سے اُٹھنے لگے، تو روزے کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔............ افسوس ہے کہ بہت سے لوگ جو شریعت کی رُوح سے ناواقف ہیں، ہمیشہ اجازت کی آخری حدوں تک ہی جانے پر اصرار کرتے ہیں اور بہت سے علما و مشائخ بھی اسی غرض کے لیے سندیں ڈھونڈ کر جواز کی آخری حدیں انھیں بتایا کرتے ہیں، تاکہ وہ اُس باریک خطِ امتیاز ہی پر گھُومتے رہیں، جہاں اطاعت اور معصیت کے درمیان محض بال برابر فاصلہ رہ جاتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بکثرت لوگ معصیت اور معصیت سے بھی بڑھ کر ضلالت میں مبتلا ہو رہے ہیں، کیوں کہ ان باریک سرحدی خطوط کی تمیز اور ان کے کنارے پہنچ کر اپنے آپ کو قابو میں رکھنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں ہے۔" [تفہیم القرآن، جلد اوّل، سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ حاشیہ ۱۹۶]

سیّد مودودیؒ کا مقصود اس طرف اشارہ کرنا تھا کہ سحر و افطار کے جیسے ہلکے معاملے میں لوگ اتنی شدت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ ایک سیکنڈ ادھر اُدھر ہوا تو روزے کے باطل ہو جانے کا فتویٰ لگاتے اور اعتکاف میں شہوانی خواہشات جیسے نازک معاملے میں، اجازت کی آخری حدود تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ
الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪
ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَ لَا
تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ
تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

اور رات کو اُس وقت تک کھا پی سکتے ہو جب تک کہ تم شب کی سیاہ چادر میں سے سپیدہ ٔ صبح کی چادر کو نمایاں ہوتے نہ دیکھ لو۔ پھر رات تک روزہ پُورا کرو۔ اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو، تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کے مقرر کردہ ضابطے ہیں، ان کی حدود کے قریب بھی نہ پھٹکنا۔ اس طرح اللہ اپنے ضابطوں کو انسانوں کے لیے واضح کرتا ہے، شاید کہ وہ پرہیز گاری اختیار کریں۔

اور رات کو اُس وقت تک کھا پی سکتے ہو جب تک کہ تم شب کی سیاہ دھاری میں سے سپیدہ ٔ صبح کی دھاری کو نمایاں ہوتے نہ دیکھ لو۔ پھر رات کے آغاز تک روزے کے تقاضے پورے کر کے روزہ پُورا کرو۔ اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو، تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کے مقرر کردہ ضابطے ہیں، ان کی حدود میں رہنا اور خلاف ورزی کے قریب بھی نہ پھٹکنا۔ اس طرح اللہ اپنے ضابطوں کو انسانوں کے لیے واضح کرتا ہے، شاید کہ وہ اِن کی تابع داری سے پرہیز گاری اختیار کریں

مال ناحق ہڑپ نہ کرو

وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ
اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
﴿۱۸۸﴾ ۲۳ع ۲۳ع

اور آپس میں ایک دُوسرے کے مال ناحق نہ ہڑپ کرو اور نہ ہی حاکموں کے آگے اِس لیے پیش کرو کہ تم دُوسروں کے مال کا کوئی حصّہ گناہ مول لے کر اپنے نام کرالو، درآں حالیکہ تم اس حق تلفی سے آگاہ ہو ○۔

اور آپس میں ایک دُوسرے کے مال ناحق نہ ہڑپ کرو اور نہ ہی مال [رشوت] حاکموں کے آگے اِس لیے پیش کرو کہ تم دُوسروں کے مال و جائیداد کا کوئی حصّہ گناہ مول لے کر اپنے نام کرالو، درآں حالیکہ تم اس حق تلفی سے آگاہ ہو ○ ۲۳ع

حقیقی نیکی

اگلی آیہ مبارکہ رمضان اور روزوں سے متعلق پانچ آیات [۱۸۵تا۱۸۹] کے سیٹ کی آخری آیت ہے، اس کے بعد قتال کا موضوع پھر شروع ہو جائے گا۔ ہمارے گمان کے مطابق یہ پانچوں آیات غزوہ بدر کے دس گیارہ ماہ بعد نازل ہوئی ہیں اور موضوع کی مناسبت سے آیہ ۱۸۴ کے بعد رکھی گئی ہیں۔

گفتگو کا یہ موضوع نیکی کی حقیقت کے بیان لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ..... سے شروع ہوا تھا اور اب اُسی پر ختم ہو رہا ہے۔ لَیۡسَ الۡبِرُّ بِاَنۡ تَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ...... ساری گفتگو کا حاصل گویا نیکی ہی کے تصور کو ذہنوں میں بالکل درست کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ نیکی دراصل اللہ سے ڈرنے اور اس کے احکام کی خلاف ورزی سے بچنے کا نام ہے۔ نیکی کا اُن بدعات اور بے معنی رسموں سے کوئی واسطہ نہیں، جو آج کل مسلمانوں میں دوسری قوموں سے، خصوصاً برِ صغیر میں ہندوؤں اور ایران میں آتش پرستوں اور تصوف کے نام پر شکم پرستوں سے در آئی ہیں۔

یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَهِلَّةِ ؕ قُلۡ هِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ وَ الۡحَجِّ ؕ وَ لَیۡسَ الۡبِرُّ بِاَنۡ تَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ ظُهُوۡرِهَا وَ لٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَ اۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ اَبۡوَابِهَا ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۸۹﴾

لوگ تم سے چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہو کہ یہ تو لوگوں کے لیے اوقات اور بدلتی تاریخوں اور حج کے دنوں کو متعین کرنے کی علامتیں (Lunar Calender) ہیں۔ مزید ان کو یہ بھی بتاؤ کہ حالتِ احرام میں اور حج سے واپسی پر اپنے گھروں کے پچھواڑوں سے گھسنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ حقیقی نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ سے ڈر کے پرہیز گاری اختیار کر لے۔ گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ شاید کہ تمھیں فلاح نصیب ہو۔

لوگ تم سے چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں سے نکلنے والے ضابطوں اور فوائد کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہو کہ یہ تو لوگوں کے لیے اوقات اور بدلتی تاریخوں اور حج کے دنوں کو متعین کرنے کی علامتیں (Lunar Calender) ہیں۔ مزید ان کو یہ بھی بتاؤ کہ حالتِ احرام میں اور حج سے واپسی پر اپنے گھروں کے پچھواڑوں سے گھسنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ حقیقی نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ سے ڈر کے پرہیز گاری اختیار کر لے۔ گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ شاید کہ تمھیں فلاح نصیب ہو ○

*****